Al-Azhār

Volume 7, Issue 1 (Jan-June, 2021)

ISSN (Print): 2519-6707

Issue: http://www.al-azhaar.org/index.php/alazhar/article/view/49

URL: http://www.al-azhaar.org/index.php/alazhar/article/view/49

Article DOI: https://doi.org/ 10.46896/alazhr.v7i01.46

Title Critical Analysis of Tarjuman-Ul-Quran in the Light of Qasasul Quran & Tafseer-E-Kabeer

Author (s): Sumaira zaib, Dr. Sumayyah Rafique

Received on: 29 June, 2020

Accepted on: 29 May, 2021

Published on: 25 June, 2021

Citation: Sumaira zaib, Dr. Sumayyah Rafique, "Construction: Critical Analysis of Tarjuman-Ul-Quran in the Light of Qasasul Quran & Tafseer-E-Kabeer," Al-Azhār: 7 no, 1 (2021): 23-53

Publisher: The University of Agriculture Peshawar

Click here for more

قصص القرآن اور تفسیر کبیر کی روشنی میں ترجمان القرآن کا تجزیاتی مطالعہ

Critical Analysis of Tarjuman-Ul-Quran in the Light of Qasasul Quran & Tafseer-E-Kabeer

* سمیرا زیب
** ڈاکٹر سمیہ رفیق

Abstract

The following article is based on critical analysis of "Tarjuman-ul-Quran". The critical anaylsis of Tarjuman-ul-Quran is done in the light of Qasasul Quran by Mulana Hifz-ur-Rehman Siharvi and Tafseer-E-Kabeer by Imam Razi. Imam Razi was a great Philosopher & Historian and as compare to other Mufasrin, Mulana Azad has given diverse opinion in the light of history and philosophy regarding different incidents mentioned in the Quran and there is no doubt about it that Mulana Azad's diverse openion has opened new ways for knowledge and research. On the same way Mulana Hifz-ur-Rehman has focused on Qasasus (stories) mentioned in the Holy Quran. Mulana Azad & Mulana Hifz-ur-Rehman Siharvi both were contemporaries but most of the times Mulana Hifz-ur-Rehman Siharvi and Mulana Azad had same opinion. As Mulana Hifz-ur-Rehman Siharvi was also great philosopher and revolutionary person so as compare to Jumhur Mufasrin he seems to have different opinion.

Keywords: Critical, Tarjuman-ul-Quran, philosophy, Mulana Azad, Contemporaries.

---

* اسکالر، پی ایچ۔ڈی علوم اسلامیہ، نمل، اسلام آباد
** اسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامک اسٹڈیز، اسلام آباد

قرآن کریم واقعی ایسی کتاب ہے جس نے انسانی عقل حیرت واستعجاب میں مبتلا کیاہے، بڑے بڑے حکماعارف اور دانشوروں کو اپنے سحر میں جکڑ دیاہے، جس کے نظم میں موجود عجیب تناسق وترتیب اور اس کے عاجز کردینے والے بیان کے آگے بڑے بڑے فصحاء کی جبین نیاز خم ہے۔ بڑے بڑے اہل معرفت اس کے معارف وحقائق کے سمندر میں غوطہ زن رہے، لیکن اس کے دقیق اسرار تک پہنچنے سے اس کی تند موجوں نے ان کو تھکا دیا اور ان کو پانے سے پہلے ہی ان کی امیدیں ڈھیر ہو گئیں علمائے امت اور فقہائے ملت نے اس کی گہرائیوں میں غور وخوض کیااور امت کے لیے عمدہ اور قیمتی مگر چھپے ہوئے موتی اور جواہرات نکالے جس کے نتیجے میں گویاکہ یہ قرآن نظام عالم کے سر کا تاج اور ہر ہر زمانے کی تہذیب وثقافت کے ماتھے کا حسین جھومر بن گیا۔

چنانچہ تفسیر ہی وہ موضوع ہے جس پر ہر دور میں امت کے عمدہ اذہان نے محنت کی ہے، اس کو اپنے توجہات کا مرکز بنایاہے، جس کے نتیجے میں قرآن کے الفاظ ومعانی اور حکم پر بیش بہاذخیرہ وجود میں آیاہے، اور یہ سلسلہ تاہنوز جاری ہے، آئے روز مؤلفین اپنی آخرت کی فلاح وفوز کی خاطر اس میں حصہ ڈالتے جارہے ہیں، قرآن کریم علوم وحکمتوں کا ٹھاٹھے مارتا ہوا سمندر ہے جس کی ہر موج سے دنیائے انسانیت دن بہ دن واقف ہورہی ہے، اور مفسرین قرآن ان نکات کو قلم بند کرتے جارہے ہیں۔

ماضی قریب میں مولانا ابو الکلام آزاد رحمہ اللہ اور مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی رحمہ اللہ نے بھی علوم قرآن اور تفسیری مباحث پر مشتمل نوٹس کو قلم بند کیاہے، ان میں مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ نے قرآن کریم کے ترجمہ کے بجائے ترجمانی کی کوشش کی ہے، جس میں کلام الہی کا رعب دبدبہ، علوشان بلند فکری اور آفاقی وعالمگیر پیغام کی ہمہ گیری وگہرائی پائی جارہی ہے۔

مولانا آزاد رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں تاریخی واقعات کو خوب شرط وبسط کے ساتھ ذکر کیاہے، جس میں انہوں نے عصر حاضر کے مؤرخین اور فلسفہ تاریخ سے خوب استفادہ کیا ہے، فلفسہ تاریخ کی روشنی میں انہوں نے متعدد واقعات میں عام مفسرین سے جداگانہ مواقف اختیار کیے ہیں۔ اسی طرح انہوں نے دین کے وسیع تر مطالعے اور آزادانہ طرف فکر کی وجہ سے بعض علمی وفقہی مواقف میں جمہور امت سے ہٹ کر الگ اجتہادی روش اختیار کی ہے۔

اس میں شک نہیں کہ ان جداگانہ مواقف میں علم وتحقیق کے نئے زاویے سامنے آئے اور علوم قرآن کے نئے دروازے امت پر واہوئے ہیں تاہم اس روش کو لیکر جمہور امت نے ان پر بلاتردد رد ونقد بھی کیا

ہے۔ تفسیر کے مناہج میں تفسیر بالمعقول کے منہج پر امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ نے ایک وقیع ذخیرہ اسلامی تراث میں شامل کیا ہے۔ "التفسیر الکبیر" امام ابو عبد اللہ محمد فخر الدین رازی ولادت 544ھ وفات 606ھ کی عربی تفسیر قرآن جس کا اصل نام "مفاتیح الغیب" ہے۔ جو امام محقق فخر الدین ابن خطیب الرازی شافعی کی تفسیر ہے۔ مشکلاتِ قرآن میں سے کوئی مشکل ایسی نہیں مگر اس کا حل امام موصوف نے اس تفسیر میں فرمادیا ہے، امام موصوف حل مشکلات کے دریا میں غوطہ زنی کرتے ہیں اگرچہ بعض مشکلات کا وہ قابل اطمینان اور موجب قناعت حل پیش کرنے میں ظفریاب نہیں بھی ہوتے ہیں تفسیر کبیر کی اہمیت سے اہل علم واقف ہیں، موصوف چھٹی صدی ہجری کے عالم ہیں، ان پر معقولات کا غلبہ تھا، تفسیر میں بھی وہی رنگ ہے۔ ان کی تفسیر میں عقلی بنیادوں پر آیات کی تفسیر کی گئی ہے جس میں متعدد مقامات میں جمہور سے ہٹ کر بھی موقف اختیار کیا گیا ہے جو علمی واستدلالی دنیا میں اہمیت کا حامل ہے۔

اسی طرح مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی رحمہ اللہ نے بھی قرآن کریم کے قصص وواقعات کو اپنے تفسیری کاوش میں توجہ کا مرکز بنائے رکھا، انہوں نے بھی قرآن واقعات کی خوب جستجو فرمائی ہے، حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضور ﷺ تک انبیاء اور ان کے قوموں کی ایک تاریخ مرتب فرمائی ہے، ان تاریخی تحقیقات میں انہوں نے زیادہ تر مولانا ابو الکلام آزاد رحمہ اللہ کی پیروی کی ہے اور کہیں کہیں انہوں نے اس میں ترجمان القرآن سے اختلاف کیا ہے، چنانچہ ان کی یہ تفسیری کاوش بھی شاذ ومتفرد اقوال اور جمہور امت سے ہٹ کر تحقیقات سے خالی نہیں ہے۔

تعارف مولانا ابو الکلام آزاد

مولانا ابو الکلام کا نام احمد تھا، ابو الکلام کنیت تھی، جبکہ لقب محی الدین تھا۔ اور تاریخی نام "فیروز بخت" تھا۔ چونکہ آپ شاعری کیا کرتے تھے اسی مناسبت سے آزاد تخلص رکھا تھا۔ سلسلہ نسب یوں ہے: احمد ولد خیر الدین ولد محمد ہادی ولد محمد احسن۔

مولانا احمد ابو الکلام آزاد رحمہ اللہ ایک عبقری انسان تھے، یکتائے روزگار شخصیت کے حامل تھے، علم وفکر سیرت وکردار کے اعلی خوبیوں کے مالک تھے، ادیب تھے کہ الفاظ ان کے قلم کے سامنے صف بستہ منتظر ہوتے، کہ کب مولانا کا سحر انگیز قلم ہمیں اپنے وسیع معنی ومفاہیم کے لیے بطور لباس وپیرہن استعمال کرینگے۔ شاعر تھے کہ آزاد تخلص کی وجہ سے ان کی شاعری سرفہرست ہوتی تھی، صحافی اس نوع کے الہلال اور البلاغ کے شمارے تحریکوں میں روح پھونکتے تھے، خطیب ومقرر اس غضب کے کہ آج تک دہلی جامع

مسجد کے خطاب کے چرچے نسلا بعد نسل سننے کو ملتے ہیں۔
مؤرخ و تاریخ دان اس درجہ کے تھے کہ آج تک ترجمان کے تفسیری حاشیے اہل تحقیق کے لیے رہنما و مشعل راہ ثابت ہورہے ہیں، علم التعلیم میں اس قدر پختہ کار کہ حکومت ہند نے وزارت تعلیم پر ان کو فائز کیا تھا۔ ان کے مقالات و مکالمات میں تفسیر حدیث، فقہ، اور اصولی مباحث سے ان کی مجتہدانہ بصیرت اور شان اجتہاد و تبحر کا اندازہ بخوبی ہوتا ہے، وہ ایک منجھے ہوئے سیاست دان بھی تھے اور گوشہ تنہائی کے عظیم مدبر و مفکر بھی، وبیک وقت ہر میدان میں مشغول عمل نظر آتے تھے اور ہر میدان میں انہوں نے گران قدر خدمات سرانجام دیے ہیں۔
مولانا آزاد کا خاندانی سلسلہ عہد اکبری کے مشہور عالم و پیر شیخ جمال الدین المعروف بہ بہلول سے ملتا ہے، مولانا آزاد کے پردادا کا نام شیخ محمد احسن تھا، محمد احسن پیر طریقت تھے دہلی میں ان کا بہت بلند مقام تھا عوام و خواص میں یکساں مسلمہ شخصیت تھے، مولانا آزاد کے دادا کا نام شیخ محمد ہادی تھا، یہ شیخ محمد احسن کے چھوٹے فرزند تھے۔
مولانا ابوالکلام آزدک صحافتی زندگی کا آغاز بچپن سے ہی ہوتا ہے، اس طور پر کہ وہ آزاد تخلص سے اشعار مختلف گل دستوں میں چھپوانے کی غرض سے بھیجا کرتے تھے اور پھر انہوں نے خود بھی 1899 میں " نیرنگ عالم" نام کا ایک گلدستہ شائع کرنے میں کامیاب ہوئے۔ گویا گلدستہ کی راہ سے صحافت کی دنیا کی طرف مڑنے کی ان کی یہ پہلی کوشش سمجھی جاسکتی ہے۔ لیکن اس نے مختصر عمر پائی۔ اس سے انھیں تسکین بھی کہاں ہوسکتی تھی۔ اس لیے جلد ہی ۱۹۰۰ میں ایک ہفتہ وار اخبار "المصباح" جاری کیا۔ یہ پہلا اخبار تھا۔ جسے مولانا آزاد نے مرتب کیا تھا۔
"المصباح" کے بعد ہو جانے کے بعد انھوں نے مضامین لکھنے کا سلسلہ جاری رکھا۔ فن اخبار نویسی" کے عنوان سے ایک مضمون لکھا جو "مخزن" میں شائع ہوا۔ماہنامہ "خدنگِ نظر" میں انھیں اسسٹنٹ اڈیٹر مقرر ہوئے۔ "ایڈورڈ گزٹ" شاہجہاں پور کے بھی کچھ عرصہ تک آزاد وقتی اڈیٹر رہے تھے۔ اس کے بعد انھوں نے اپنا ایک ماہنامہ "لسان الصدق" ۲۰ نومبر ۱۹۰۳ء کو کلکتہ سے جاری کیا۔ ۱۹۰۶ میں مولانا کے دل میں آرزو پیدا ہوئی کہ وہ اپنا اخبار نکالیں چنانچہ ۱۹۱۲ میں وہ اپنا مشہور ہفتہ وار "الہلال" کلکتہ سے نکالنے میں کامیاب ہوگئے۔ جس نے اردو صحافت کا وقار بنایا۔ ہندوستانی سیاست میں ہلچل، تیزی اور شدت پیدا کی اور جنگ آزادی کو فتح و نصرت کی حدود کے قریب لانے میں مدد کی اور پھر جب الہلال پر پابندی لگی تو البلاغ کے نام سے صحافتی

خدمات سرانجام دیتے رہے۔

مولانا آزاد کی طبیعت میں شروع سے حریت فکر رچی بسی ہوئی تھی اور وہ غلام ہندوستان میں غلامی پر قانع نہیں رہ سکتے تھے سن 1908ء کی اور عرب ممالک کے سفر کے بعد جب مولانا آزاد واپس آئے تو وہ شیام سند چکروتی کے انقلابی جماعت سے راہ ورسم پیدا کرنے میں اور اس کے معتبر ممبر کی حیثیت اختیار کرنے میں کامیاب ہوئے۔ لیکن جلد ہی وہ اس سے الگ ہوگئے اور اپنی سیاسی زندگی کا تعین کرنے لگے۔ اس سلسلے میں انھوں نے کلکتہ سے 13 جولائی 1912ء کو "الہلال" کے ذریعے اپنے سیاسی و مذہبی افکار و نظریات کی تبلیغ و تشہیر شروع کی۔ مولانا ابو الکلام آزاد رحمہ اللہ کی وفات فالج کے حملے کی وجہ سے ہوئی تھی ان کی وفات حسرت آیات کے بارے میں عبد الرزاق ملیح آبادی لکھتے ہیں:

"19 فروری 1958 کی صبح، غسل خانے تشریف لے گئے۔ ناگاہ فالج کا حملہ ہوا اور وہیں گر گئے مگر مجھے خبر نہ تھی رات کو سکریٹری صاحب نے فون پر اطلاع دی اور یہ بھی کہا کہ بے ہوش ہیں۔۔۔ سوا دو بجے ریڈیو سے فون آیا کہ ان ہونی ہوگئی"۔

ترجمان القرآن کا تعارف:

ترجمان القرآن مولانا ابو الکلام آزاد رحمہ اللہ کی تفسیری کاوش ہے، جس میں انہوں نے قرآن کریم کا سلیس ترجمہ کیا ہے بلکہ اس کو ترجمہ سے زیادہ ترجمانی قرار دینا زیادہ موزوں ہوگا۔ مولانا آزاد صاحب قلم انشا پرداز ادیب تھے، اس لیے ان کا یہ ترجمہ اردو ادب کا ایک مرقع بھی ہے، ترجمہ میں جہاں جہاں تشنگی رہتی تھی وہاں وہاں مولانا آزاد نے اسی ترجمہ کے ضمن میں اضافات کیے ہیں، تاکہ ترجمہ سمجھنے میں دشواری نہ ہو۔

مولانا کا ارادہ تھا کہ اہل علم و نظر کے لیے مقدمہ تفسیر البصائر لکھا جائے، جس میں قرآن فہمی کے اصول ومبادی ذکر ہو، اور قرآن کی عالم گیر تعلیم کو عام کرنے اور اس کی نشر واشاعت کے لیے ترجمہ بہ نام ترجمان القرآن لکھا جائے، اور عام قرآن مطالعہ و تدبر کے لیے البیان کے نام سے تشریحاتی نوٹس لکھے جائے۔

چنانچہ انہوں نے اول ترجمہ قرآن لکھنا اور شایع کرنا شروع کیا، اس کے ساتھ ساتھ مختصر نوٹس بھی عام کرتے رہے، ان تشریحی نوٹس میں انہوں نے اس میں یہ التزام کیا ہے کہ راجح اقوال اور احکام کے حکم و علل کو مختصر الفاظ میں سمونے کی کوشش کی ہے۔ بار بار گرفتاریوں، سیاسی سرگرمیوں اور مسودات کے ضیاع کی وجہ سے انہوں نے بالآخر مجبورا دوسری جلد میں تفسیری نوٹس قدرے زیادہ تفصیل سے لکھے تاکہ البیان کے جو مسودات ضایع ہوئے ہیں اس کو دوبارہ لکھنا مشکل تھا اس لیے ترجمہ کے ساتھ تشریحی نوٹس پر اکتفا ہو سکے۔ اب ترجمان

القرآن کے مشمولات درج ذیل ہیں:
پہلی جلد میں مقدمہ تفسیر ہے، پھر سورت فاتحہ جو قرآن کے لیے مقدمہ کا درجہ رکھتی ہے، اس کا مفصل خلاصہ ہے، اور سورت بقرہ تا سورت انعام کے اختتام تک ترجمہ و تشریحی نوٹس ہیں۔ دوسری جلد میں سورت اعراف سے سورت المؤمنون کے بعض آیات کا ترجمہ اور تفسیری قدرے مفصل نوٹس ہیں۔ تیسری جلد کے بارے میں مولانا نے دوسری جلد کے مقدمہ میں یہ اعلان کیا تھا۔ کہ تیسری جلد سورہ النور سے سورہ الناس تک ہو گی اور اس کے سات سو صفحات ہوں گے۔ تیسری جلد کے بارے میں مولانا کے مختلف خطوط کے ذریعہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مسودہ مکمل ہو چکا تھا۔ دوسری جلد کے بعض حواشی میں مولانا نے تیسری جلد کے حواشی کا حوالہ دیا ہے اور مولانا کے کاتب منشی عبدالقیوم مراد آبادی کے بیان سے پتہ چلتا ہے کہ دس صفحے اُن کے پاس پہنچے اور پھر اس کے بعد تیسری جلد کا مسودہ ایک معمہ بن گیا، جو اب تک دریافت نہیں ہو سکا۔ چنانچہ اب تیسری جلد میں اس میں چار سورتوں کا ترجمہ اور تشریحی نوٹس خود مولانا آزاد کے ہیں، اول سورت نور دوم سورت تین، سوم سورت قدر، چہارم سورت عصر۔

باقی تمام سورتوں کا ترجمہ اور تشریح مولانا محمد عبدہ کی ہے، البتہ اس کی ترتیب یوں کے کہ البلاغ اور الہلال میں مولانا آزاد رحمہ اللہ نے ان بقیہ سورتوں میں سے جن جن آیات کا ترجمہ اور تشریح کی ہے، وہ مذکورہ مراجع سے جمع کر کے محمد عبدہ صاحب نے متعلقہ آیات کے تحت درج کیا ہے، اور اس کو خط کشیدہ کیا ہے تا کہ امتیاز ہو سکے کہ خط کشیدہ ترجمہ اور تشریح مولانا آزاد کی ہے اور بقیہ کام محمد عبدہ رحمہ اللہ کا ہے۔

مولانا آزاد نے اس تفسیر کے لکھنے کا ارادہ 1915 میں کیا تھا اور ایک سال میں تقریبا پانچ پاروں کا ترجمہ لکھا دیا تھا البتہ 1916 میں البلاغ کے صفحات پر اس تفسیر کے شایع کرنے کا اعلان کیا تھا، لیکن سوء قسمت سے اعلان ے کے بعد 3 مارچ 1916 کو بنگال گورنمنٹ نے ڈیفینس آرڈیننس کے تحت مولانا کو حدود بنگال سے باہر جانے پر مجبور کیا جس سے البلاغ کا سلسلہ طباعت بند ہو گیا۔

3 مارچ 1916 کو جب مولانا آزاد کلکتہ سے روانہ ہو رہے تھے تو تفسیر کے چھ فارم چھپ چکے تھے اور ترجمہ کی کتابت شروع ہونے والی تھی، یہ سلسلہ جاری تھا کہ 8 جولائی 1916 کو حکومت ہند نے مولانا کو نظر بند کر دیا۔ اور ان کے مسودات کو ضبط کر دیا گیا، جس میں سورت نساء تک ترجمہ و تفسیر کا مسودہ بھی تھا۔ الغرض بار بار گرفتاری نظر بندی اور مسودات کی ضبطی سے یہ کام تاخیر کا شکار ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ مولانا آزاد اس کے منظر عام آنے سے تقریبا مایوس ہو چکے تھے، کرتے کرتے 1927 کو مولانا نے ارادہ کیا کہ کم از کم ترجمہ اور مختصر

نوٹس ہی پر اکتفا کر کے اس کو شایع کرنا چاہیے اس روئیداد کو مولانا خود قلم بند کرتے ہیں:

"۱۹۲۷ء قریب الاختتام تھا کہ اچانک مدتوں کی رُکی ہوئی طبیعت میں جنبش ہوئی اور رشتہ کار کی جو گرہ ذہن و دماغ کی پیہم کوشش نہ کھول سکی تھیں۔ دل کے جوش بے اختیار سے خود بخود کھل گئی۔ کام شروع کیا، تو ابتداء میں چند دنوں تک طبیعت رُکی رُکی رہی، لیکن جونہی ذوق و فکر کے دو چار جام گردش میں آئے۔ طبیعت کی ساری رکاوٹیں دور ہو گئیں۔ اور پھر تو ایسا معلوم ہونے لگا، گویا اس شورش کدہ مستی میں افسردگی و خمار آلودگی کا کبھی گزر ہی نہیں تھا۔

بہر حال کام شروع ہو گیا اور اس خیال سے کہ سورہ فاتحہ کی تفسیر و ترجمہ کے لیے بھی ضروری تھی، سب سے پہلے اس کی طرف متوجہ ہوا پھر ترجمہ کی ترتیب شروع کی، حالات اب بھی موافق نہ تھے۔ صحت روز بروز کمزور ہو رہی تھی۔ سیاسی مشغولیت کی آلودگیاں بدستور خلل انداز تھیں۔ تاہم کام کا سلسلہ کم و بیش جاری رہا۔ اور ۲۰ جولائی ۱۹۳۰ کو آخری سورت کے ترجمہ و ترتیب سے فارغ ہو گیا"۔

تعارف امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ

امام صاحب کا نام محمد، ابو عبد اللہ، ابو الفضل، کنیت، فخر الدین لقب ہے اور میراث میں شیخ الاسلام کے لقب سے پکارے جاتے تھے۔ امام صاحب کی ولادت رے میں ۲۵ رمضان ۵۴۴ھ میں ہوئی۔ لیکن ان کے بچپن کے حالات، تذکروں میں بالکل نہیں ملتے۔

امام رازی کے سلسلہ نسب کے بارے میں محمد بن عمر بن حسن بن علی شہزوواری نے تاریخ الحکما میں لکھا ہے کہ امام صاحب کا نسب حضرت ابو بکر صدیقؓ سے ملتا ہے۔ لیکن امام صاحب نے خود اپنی تصنیفات میں تفریح بیان کیا ہے کہ وہ حضرت عمر بن الخطابؓ کی اولاد سے ہیں۔ امام صاحب کا اپنا قول اس لحاظ سے زیادہ معتبر ہے۔ امام صاحب کے والد عمر کی کنیت ابو القاسم اور لقب ضیاء الدین تھا۔ اور اپنے زمانہ کے بہت بڑے واعظ، متکلم، صوفی، محدث، ادیب اور انشا پرور تھے۔ انھوں نے علم کلام کی تعلیم ابو القاسم، انصاری اور فقہ کی تعلیم ابو محمد الحسین بن مسعود فرز بغوی سے حاصل کی اور علم الکلام میں غایتہ اعرام کے نام سے دو جلدں میں ایک نہایت محققانہ کتاب لکھی۔ جس کے آخر میں ایک خاص فصل میں امام ابو الحسن اشعری اور ان کے اتباع کے فضائل لکھے۔ اس کے علاوہ فن اصول و وعظ میں بھی انہوں نے متعدد کتابیں لکھیں۔

رلے میں ان کا عام مشغلہ درس و تدریس تھا۔ اور خاص خاص معینہ اوقات میں وعظ بھی کہتے تھے۔ جس میں ان کی فصاحت بیانی کی وجہ سے بکثرت لوگ شریک ہوتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ عام طور پر خطیب رلے کے

لقب سے مشہور تھے۔ اور اسی بناء پر امام صاحب ابن الخطیب کے نام سے مشہور ہیں۔

امام صاحب نے ۶۰۶ھ میں دوشنبہ کے دن ۶۳ سال کی عمر میں میراث میں وفات پائی۔ طبقات الشافعیہ میں لکھا ہے کہ یہ عید الفطر کا دن تھا۔ اور ابن ابی اصیبعہ کے بیان سے بھی اس کی تائید ہوئی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے:

"امام صاحب کا قیام زیادہ تر رے میں رہتا تھا۔ لیکن وہ وہاں سے خوارزم میں آئے اور وہیں بیمار ہوئے۔ شدت مرض میں ۲۱ محرم ۶۰۶ھ میں اتوار کے دن اپنے شاگرد ابراہیم بن ابی بکر بن علی اصفہانی سے ایک وصیت نامہ لکھوایا اور وصیت نامہ کے لکھوانے کے بعد مرض نے طول کھینچا یہاں تک ہ عید کے دن اسی سفہ میں یکم شوال کو میراث میں انتقال کیا۔

جب کہ وفیات الاعیان میں امام رازی کی وفات کے بارے میں لکھا ہے کہ امام رازی رے کے شہر میں ۶۰۶ھ میں وفات پائی۔ سبب وفات یہ بیان کیا گیا ہے کہ فرقہ کرامیہ اور آپ کے درمیان عرصہ سے نزاع وجدال برپا تھا۔ آپ ان کو برا بھلا کہتے اور تکفیر کرتے اور وہ آپ کی توہین کرتے۔ چنانچہ انھوں نے ذہر دے کر آپ سے نجات حاصل کی۔

تعارف مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر)

امام رازی رحمہ اللہ نے پچاس سال عمر کے بعد تفسیر لکھنے کا ارادہ کیا، چنانچہ جب علوم میں خوب پختگی حاصل ہوگئی تھی تب جا کر انہوں نے اس کام کو شروع کیا، انہوں نے سن ہجری کے مطابق 595ھ کے آس پاس یہ تفسیر لکھنا شروع کی، محققین کی اکثریت نے یہ لکھا ہے کہ اس نے اپنی تفسیر مکمل نہیں کی، ان کے بعد شمس الدین احمد بن خلیل الخوئی نے اس تفسیر کو مکمل کیا ہے۔

قرآن مجید اور اس کے علوم کی ترجمانی میں یہ تفسیر ایک بہت بڑا انسائیکلوپیڈیا ہے ، کیونکہ یہ چھتیس جلدوں میں بڑے بڑے ٹکڑوں میں واقع ہے۔ اس میں موجود وسیع تر تحقیق کی وجہ سے اس تفسیر کو مفسرین میں وسیع شہرت حاصل ہے جس میں مختلف علوم کے مختلف اقسام کے امور شامل ہیں۔

امام الرازی نے اپنی تفسیر کا مفصل مقدمہ نہیں لکھا، جیسا کہ بہت سارے مفسرین نے کیا ہے، لیکن تفسیر سورت الفاتحہ کے آغاز میں انہوں نے ایک مختصر تعارف لکھا ہے جس سے ان کی تفسیر کی نوعیت معلوم ہو جاتی ہے۔ اور اس سے مندرجہ ذیل اسالیب و مناہج سامنے آتے ہیں:

- قرآن حکیم کی سورتوں اور اس کی آیات کے درمیان موجود ربط کو بیان کرتے ہیں تا کہ کلام اللہ ایک مربوط انداز میں انسانیت کے سامنے آئے۔

- ریاضی اور فلسفیانہ علوم پر توجہ دلاتے ہیں۔
- اہل سنت کے منہاج کے مطابق فلاسفہ کے افکار پیش کرتے ہیں اور اس پر خوب تنقید کرتے ہیں اور معتزلہ پر نقد کرنے میں کہیں چشم پوشی سے کام نہیں لیتے۔
- آیات احکام میں سے ہر آیت میں فقہاء کے مذاہب کو ذکر کرتے ہیں خاص کر شوافع کے مسلک کو محقق کر کے لکھتے ہیں۔
- تفسیر کے ضمن میں عربیت اور بلاغت کے قواعد کی تشریح کرتے ہیں اور آیات کی تفسیر میں بلاغت کو خوب نمایاں کرتے ہیں۔

بالجملہ امام الرازی کی تفسیر سائنس، کائنات، فطرت اور علوم کے ایک بڑے انسائیکلوپیڈیا کی طرح ہے جو اس کی خدمت کرنے والے علوم سے قریب یا دور سے تعلق رکھتی ہے، اور نتیجہ اخذ کرنے اور سمجھنے کا نتیجہ ہے۔ اس تفسیر کے سب سے اہم مقاصد میں سے قرآن مجید کا دفاع کرنا اور اس کو علوم اور علم کے ساتھ پیش کرنا، شکوک و شبہات کو مسترد کر کے اسلامی عقیدے کا دفاع کرنا اور قرآنی آیات کے مابین ہم آہنگی اور باہمی ربط ظاہر کرنا ہے۔

تعارف مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی

مولانا سیوہاروی صاحب رحمہ اللہ کی پیدائش قصبہ سیہاروی، ضلع بجنور محلہ مولویان میں سن 1318ھ میں ہوئی ہے۔ ان کا اصل نام معز الدین تھا۔ حفظ الرّحمان آپ کا تاریخی نام تھا، جو اصل نام پر غالب ہو چکا تھا۔

آپ کے والد ماجد حاجی شمس الدین صاحب قصبہ سیوہارا کے مشہور زمیندار اور معززین میں سے تھے۔ علمائے حق اور اکابر اہل اللہ کے ساتھ ہمیشہ وابستہ رہتے تھے۔ حاجی صاحب مرحوم حضرت مولانا فضل الرّحمن گنج مراد آبادی قدس سرہ سے بیعت تھے، خاندانی اعتبار کا آپ تعلق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خاندان سے تھا۔

سیوہاروی صاحب نے اپنے مکان ہی کے مکتب میں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد کچھ تعلیم شاہی مسجد مراد آباد میں حاصل کی۔ اس کے بعد مدرسہ فیض عام سیوہارہ میں تعلیم پائی، پھر وہاں سے دیوبند چلے گئے۔ وہاں پر انہوں نے محدث کبیر انور شاہ کشمیری سے اکتساب فیض کیا، فراغت کے بعد دار العلوم دیوبند ہی میں تعلیمی خدمات سرانجام دیتے رہے اور تین سال ڈابھیل میں بھی درس دیتے رہے۔

مولانا عنفوان شباب سے ہی جمعیت علماء اور تحریک خلافت و کانگریس میں آزادی وطن کے لیے سرگرم عمل تھے اس حوالے سے وہ بڑے پرجوش تقاریر کرتے تھے، مدارس کے قیام کے دوران 1928 میں ڈابھیل

تشریف لے گئے تھے، ڈابھیل کے بعد کلکتہ چلے گئے یہ تقریباسن 1934 کی بات ہے، وہاں دوسال مقیم رہے۔
ان کی سیاسی تحرک وتحریک کی وجہ سے جمعیت علماء نے بڑی ترقی کی تھی ازیں خاطر 1944 کو مولانا جمعیت علماء کے ناظم اعلی منتخب ہوئے جو تادم مرگ اس عہدہ پر فائز رہے۔

مولانا ہندوستان کے مسلمانوں کے سماجی اور سیاسی رجحانات کے بہترین ترجمان اور رہنما تھے۔ ان کے نزدیک ہندوستانی مسلمان ہندوستانی قومیت کا جزولانیفک ہے۔ اور یہ کہ ان کا وجود اور ان کی ہستی پوری ہندوستانی قوم کی آزادی، ملک میں جمہوریت، انصاف اور رواداری کے فروغ اور جدید طریقوں پر ملک کی صنعتی ومعاشی ترقی کے ساتھ وابستہ اور پیوستہ ہے انہوں نے متحدہ قومیت اور ہندوستان کے معروضی احوال کے پیش نظر سیکولرازم کا نعرہ بلند کیا تھا۔ تاکہ اس کثیر القومی وطن میں ہر قوم کو سیاسی عمل میں حصہ داری ملتی رہے۔

درس نظامی کی تکمیل حضرت مولانا سید عبد الغفور سیوہاروی تلمیذ رشید سید العلماء مولانا سید احمد حسن صاحب امروہی قدس سرۃ العزیز سے کی۔ بعد ازاں موصوف دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔ اور مولانا سید انور شاہ کشمیری اور حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثانی وغیرہ سے دوبارہ دورہ حدیث کی تکمیل فرمائی۔

سیوہارہ کے عربی مدرسہ فیض عام میں آپ کے مخصوص اساتذہ میں (۱) الحاج حافظ مولانا احمد حسن صاحب چشتی (۲) مولانا سید آفتاب علی صاحب (شاگر درشید حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانونوی) تھے۔

دار العلوم دیوبند میں آپ کے نامور اساتذہ میں سے (۱) حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ، (۲) حضرت علامہ شبیر احمد عثانی، (۳) حضرت میاں صاحب (4) مفتی اعظم مولانا عزیز الرّحمن عثانی وغیرہ تھے۔

مولانا سیوہاروی رحمہ اللہ نے اپنے علمی ترکہ میں درج ذیل تالیفات چھوڑی ہیں:
(۱) قصص القرآن - چار مجلدات۔ (۲) اسلام کا اقتصادی نظام (۳) اخلاق وفلسفہ اخلاق (۴) رسول کریم ﷺ (۵) بلاغ مبین (۶) حفظ الرّحمن لمذہب النعمان۔

پوری زندگی مولانا دینی وسیاسی سرگرمیوں میں گزری ہے، مسلسل اسفار نے ان کی صحت کو بے حد متاثر کیا تھا، 23 جنوری 1962 کو حضرت صاحب فراش ہوئے، طبیب پانڈے نے کینسر مرض کی تشخیص کی، دہلی میں ان کا علاج کرایا گیا، یہاں تک کہ امریکہ میں بھی ڈھائی ماہ بغرض علاج مقیم رہے، واپس دہلی لائے گئے اور مرض دن بہ دن بڑھتا رہا، بالآخر 2 اگست 1962 صبح ساڑھے تین بجے جسم فانی سے ان کی روح پرواز کر گئ۔

قصص القرآن کا تعارف:

اسلام سے عناد رکھنے والوں کی ہمیشہ یہ سعی رہی ہے، کہ وہ کسی نہ کسی طرح کلام اللہ میں کوئی تضاد یا کوئی اور علمی خامی نکال سکے، اور دنیا کے سامنے یہ باور کرا سکے کہ مسلمانوں کی کتاب میں یہ تضادات ہیں یا خلاف واقع امور درج ہیں۔ چنانچہ وہ قرآن کریم کے ذکر کردہ قصص اور واقعات کو جدید تاریخی تحقیقات اور انکشافات کی آڑ میں غلط اور بے بنیاد ثابت کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔

قرآن کریم نے یہ واقعات محض ضمناً بیان کیے ہے مقصود تاریخ کا ذکر کرنا نہیں ہے، اس لیے قرآن کریم میں اس پر فوکس بھی نہیں ہے، تاہم مصر میں رشید رضا نے اپنی تفسیر المنار میں اور مولانا آزاد نے ترجمان القرآن میں بعض واقعات اور مقامات کی تحقیق فرمائی ہیں۔

اسی طرح مصری عالم علامہ عبد الوہاب نجار نے بھی قصص الانبیاء کے عنوان سے کام کیا ہے لیکن وہ طلبہ کو دیے گئے لیکچرز کا مجموعہ ہے، اس موضوع پر لکھنے کی ضرورت برابر قائم تھی چنانچہ مولانا معز الدین حفظ الرحمان نے اس موضوع پر قلم اٹھایا اور اس میں کمال درجہ کی تصنیف لکھ ڈالی، موصوف کی یہ تصنیف چار جلدوں پر مشتمل ہے جس کو مکتبہ خلیل لاہور نے شائع کیا ہے۔

اس تالیف کے سلسلے میں جو اصول و مقاصد مؤلف کے پیش نظر رہے ہیں۔ ان میں سب سے مقدم یہ اصول تھا کہ قرآنی قصص کو معتبر طریقے سے بیان کیا جائے۔ اور ان کی تشریح، قرآن و حدیث صحیحہ کی روشنی میں کی جائے۔ دوسرے یہ کہ اسرائیلیات نے، جس جس طرح، قصص کی حقیقی شکل کو مسخ کر دیا ہے۔ ان کی تحقیق کی جائے اور توریت و انجیل کی روایات کی صحیح حقیقت ظاہر کی جائے۔ ساتھ ہی قصص قرآنی سے حاصل شدہ، پند و موعظمت اور قرآن کے مقاصد کو بہتر طور پر پیش کیا جائے۔

چنانچہ قصص القرآن کو ایک مستقل تفسیر کا درجہ دیا جا سکتا ہے، اس میں ایک جامع اور بسیط تفسیر کی تمام خصوصیات موجود ہیں۔ اس تالیف کی ترتیب تالیف یوں ہے:

جلد اوّل میں بابائے انسانیت حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت موسیٰ وہارون کے مصر سے ہجرت تک کے واقعات و قصص ہیں۔ جن میں خاص طور پر حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ اور حضرت یوسفؑ کے واقعات بیان ہوئے ہیں۔ جلد دوم میں حضرت موسیٰؑ کے بقیہ واقعات سے حضرت یحییٰؑ کے حالات تک، کہ واقعات نہایت تحقیقی انداز میں پیش کئے گئے ہیں۔ بعض تحقیقات واقعی لاجواب ہیں۔ جلد سوم میں اصحاب کہف، اصحاب رقیم، سیل عرم، اصحاب فیل اور ذوالقرنین وغیرہ کی بحث خاص طور پر مذکور ہے۔ اس میں خاص اور دلچسپ تحقیق ذوالقرنین اور سدّ ذوالقرنین (سد سکندری) کی ہے۔ یہ بات ثابت کی گئی ہے کہ قرآن میں

مذکورہ، ذوالقرنین، سکندر یونانی نہیں ہے۔ بلکہ یہ ذوالقرنین پہلے زمانہ میں ایک عادل اور مومن بادشاہ گزرا ہے۔ اور جس کے دور میں حضرت خضرؑ تھے۔ اسی نے وہ دیوار بنائی تھی۔ جو یاجوج وماجوج قوم کو روکنے کی غرض سے تعمیر کی گئی تھی۔

عباسی خلیفہ واثق باللہ کے عہد میں ایک وفد اس دیوار کی تحقیق میں گیا تھا۔ جس نے اس دیوار کا تعین کر دیا تھا۔ مولانا کی تحقیق یہاں پر ذرا تشنہ ہے۔ وہ تقریباً تین چار دیواروں کا تذکرہ کر کے واثق باللہ کے وفد کی تحقیق پر بحث ختم کر دیتے ہیں۔ یہ نہیں معلوم ہوتا کہ آیا آج بھی وہ دیوار کہیں موجود ہے یا نہیں۔ تاہم ذوالقرنین، یا جوج ماجوج اور سد کے بارے میں کئے گئے وسیع مباحث کی داد دینی پڑے گی۔ جلد چہارم میں حضرت عیسیٰؑ سے لے کر حضرت محمد ﷺ تک کے واقعات کا ذکر ہے۔

ذیل میں تفسیر کبیر، قصص القرآن اور جمہور مفسرین کی تفاسیر کی روشنی میں ترجمان القرآن کے چند تفردات نقل کیے جاتے ہیں:

کلام الٰہی میں نسخ:

ترجمان القرآن کے مطالعہ سے نسخ کلام الٰہی متعلق جو متفرد رائے سامنے آتی ہے اس کو ذکر کرنے سے پہلے نسخ کے متعلق جمہور کا موقف نقل کیا جاتا ہے۔

نسخ کی لغوی تعریف:

نسخ کی لغوی تحقیق میں علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

"والعرب تقول: نسخت الشمس الظل وانتسخته: أزالته والمعنى أذهبت الظل وحلت محله وهو مجاز. ونسخ الآية بالآية: إزالة حكمها. والنسخ: نقل الشيء من مكان إلى مكان وهو هو. ونسخه : غيره . ونسخت الريح آثار الديار: غيرتها . ونسخه : أبطله وأقام شيئا مقامه. وقال الليث: النسخ: أن تزيل أمرا كان من قبل يعمل به ثم تنسخه بحادث غيره. وقال الفراء: النسخ أن تعمل بالآية ثم تنزل آية أخرى فتعمل بها وتترك الأولى. وفي التنزيل: "ما ننسخ من آية أو ننسها نأت بخير منها أو مثلها" والآية الثانية ناسخة والأولى منسوخة. وقرأ ابن عامر" ما ننسخ من آية" بضم النون من أنسخ رباعيا. قال أبو علي الفارسي: الهمزة للوجود كأحمدته: وجدته: محمودا. وقال الزمخشري: الهمزة للتعدية. حققه شيخنا. وقال ابن الأعرابي: لنسخ تبديل الشيء من الشيء وهو غيره".

عرب کہتے ہیں نسخت الشمس الظل سورج نے سائے کو منسوخ کر دیا یعنی سائے کو زائل کر دیا، سائے کو لے گیا، ایک آیت نے دوسری آیت کو منسوخ کر دیا، یعنی اس کے حکم کو زائل کر دیا اور نسخ کا معنی ہے: ایک چیز کو ایک

جگہ سے دوسری جگہ منتقل کر دیا، لیث نے کہا: نسخ کی تعریف یہ ہے کہ جس چیز پر پہلے عمل کیا جاتا تھا اس کو زائل کر دیا جائے اور کسی نئے کام پر عمل کیا جائے فراء نے کہا: نسخ یہ ہے کہ پہلے ایک آیت پر عمل کیا جائے پھر دوسری آیت نازل ہو تو اس پر عمل کیا جائے اور پہلی آیت پر عمل کو ترک کر دیا جائے اور ابن الاعرابی نے کہا: نسخ یہ ہے کہ ایک چیز کو دوسری چیز سے تبدیل کر دیا جائے۔

نسخ کی اصطلاحی تعریف:

نسخ کی شرعی تعریف میں امام فخر الدین محمد بن عمر رازی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"عبارة عن طريق شرعي يدل على أن الحكم الذي كان ثابتاً بطريق شرعي لا يوجد بعد ذلك مع تراخيه عنه على وجه لولاه لكان ثابتاً".

"ناسخ وہ دلیل شرعی ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس ناسخ سے پہلے جو حکم کسی دلیل شرعی سے ثابت تھا وہ حکم اب نہیں ہے اور نسخ کی یہ دلیل پہلے حکم کی دلیل سے متاخر ہوتی ہے اور اگر یہ ناسخ نہ ہوتا تو وہی حکم ثابت رہتا"۔

نسخ متعلق مولانا آزاد کی متفرد رائے:

نسخ کی لغوی و شرعی تعریفات، جمہور کا موقف، ادلہ اور امثال کے بعد اس متعلق مولانا آزاد کی متفرد رائے درج کی جاتی ہے، سورت بقرہ آیت نمبر 106 کے ترجمہ و تفسیر میں لکھتے ہیں:

﴿مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنْسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا أَوْ مِثْلِهَا أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ[1]﴾

"اپنے احکام میں سے جو کچھ بدل دیتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں تو اس کی جگہ اس سے بہتر یا اس جیسا حکم نازل کر دیتے ہیں (پس اگر اب ایک نئی شریعت ظہور میں آئی ہے تو یہ کوئی ایسی بات نہیں جس پر لوگوں کو حیرانی ہو) کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالی کی قدرت سے کوئی بات باہر نہیں"۔

"ایک شریعت کے بعد دوسری شریعت کا ظہور اس لیے ہوا کہ یا تو نسخ کی حالت طاری ہوئی - یا نسیان کی - نسخ یہ ہے کہ ایک بات پہلے سے موجود تھی لیکن موقوف ہو گئی اور اس کی جگہ دوسری بات آگئی نسیان کے معنی بھول جانے کے ہیں بعض حالتوں میں ایسا ہوا کہ پچھلی شریعت کسی نہ کسی شکل میں موجود تھی، لیکن احوال وظروف بدل گئے تھے، یا اس کے پیروؤں کی عملی روح معدوم ہو گئی اس لیے ضروری ہوا کہ نئی شریعت ظہور

1 البقرۃ:106۔

میں آئے بعض حالتوں میں ایسا ہوا کہ امتداد وقت سے پچھلی تعلیم بالکل فراموش ہوگئی، اور اصلیت میں سے کچھ باقی نہ رہا پس لامحالہ تجدید ہدایت ناگزیر ہوئی، سنت الٰہی یہ ہے کہ نسخ شرائع ہو یا نسیان شرائع لیکن ہر نئی تعلیم پچھلی تعلیم سے بہتر ہوگی یا اس کے مانند ہوگی ایسا نہیں ہوتا کہ کمتر ہو کیونکہ اصل تکمیل وارتقاء ہے، نہ کہ تنزل وتسفل"۔

آیت مذکورہ کی تفسیر میں مولانا آزاد نے نسخ کی ایک ہی صورت یعنی نسخ شرائع کو ذکر کیا ہے جس سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا آزاد نسخ سے متعلق جمہور امت سے ہٹ کر ابو مسلم اصفہانی کی رائے کو اختیار کر چکے ہیں۔ چونکہ ابو مسلم نسخ کو عیب سمجھتے ہیں اس لیے وہ قرآن میں نسخ سے انکار کرتے ہیں جس کی پیروی مولانا آزاد نے بھی کی ہے۔ لیکن حقیقت میں جس کو منکرین نسخ عیب سمجھ رہے ہیں وہ در حقیقت حکمت خداوندی ہے۔ مفتی محمد تقی عثمانی صاحب رقم طراز ہیں:

"اس آیت کو جو شخص بھی غیر جانب داری کے ساتھ خالی الذہن ہو کر پڑھے گا وہ اس سے یہ نتیجہ نکالے بغیر نہیں رہ سکتا کہ قرآن کریم کی آیات میں نسخ کا سلسلہ خود قرآن کریم کی تصریح کے مطابق جاری رہا ہے، لیکن ابو مسلم اصفہانی اور ان کے ہمنوا جو نسخ کو شعوری یا غیر شعوری طور پر عیب سمجھ کر قرآن کریم کو اس سے خالی قرار دینا چاہتے ہیں وہ مذکورہ آیت میں دور از کار تاویلات کرتے ہیں"۔

نسخ سے متعلق جمہور کا موقف:

اس مسئلہ میں جمہور اہل السنہ کا موقف یہ ہے کہ نسخ جس طرح شریعتوں میں ہوا ہے جیسے شرع یہود شرع اسلام سے منسوخ ہوا ہے اسی طرح خود بتقاضائے حال قرآن کریم میں بھی نسخ ممکن ہے بلکہ واقع ہے جبکہ معتزلہ اور بعض جدت پسند اس کا انکار کرتے ہیں قرآن کی آیات نسخ کو وہ شرائع کے نسخ پر محمول کرتے ہیں چنانچہ اس مدعا کو شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی یوں نقل کرتے ہیں:

"جمہور اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ قرآن کریم میں ایسی آیات موجود ہیں جن کا حکم منسوخ ہو چکا ہے، لیکن معتزلہ میں سے ابو مسلم اصفہانی کا کہنا یہ ہے کہ قرآن کریم میں کوئی آیت منسوخ نہیں ہوئی، بلکہ تمام آیات اب بھی واجب العمل ہیں، ابو مسلم اصفہانی کی اتباع میں بعض دوسرے حضرات نے بھی یہی رائے ظاہر کی ہے، اور ہمارے زمانے میں اکثر تجدد پسند حضرات اسی کے قائل ہیں، چنانچہ جن آیتوں میں نسخ معلوم ہوتا ہے، یہ حضرات ان کی ایسی تشریح کرتے ہیں جس سے نسخ تسلیم نہ کرنا پڑے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ موقف

دلائل کے لحاظ سے کمزور ہے، اور اسے اختیار کرنے کے بعد بعض قرآنی آیات کی تفسیر میں ایسی کھینچ تان کرنی پڑتی ہے، جو اصول تفسیر کے بالکل خلاف ہے"۔

نسخ کے وقوع پر قرآن سے استدلال:

نسخ کے وقوع پر جمہور علماء اس آیت مبحوث عنہا سے استدلال کرتے ہیں ارشاد خداوندی ہے:

﴿مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنْسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا أَوْ مِثْلِهَا﴾

ہم جو آیت منسوخ کردیتے ہیں یا اس کو بھلا دیتے ہیں، تو اس سے بہتر یا اس جیسی آیت لے آتے ہیں۔

اسی طرح سورت نحل کی آیت ذیل سے بھی میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذَا بَدَّلْنَآ ءايَةً مَّكَانَ ءايَةٍ واللهُ أَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوٓاْ إِنَّمَا أَنتَ مُفْتَرٍ[2]﴾

نسخ کی مثال:

﴿كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ﴾

تم پر فرض کیا گیا ہے کہ اگر تم میں سے کوئی اپنے پیچھے مال چھوڑ کر جانے والا ہو تو جب اس کی موت کا وقت قریب آجائے وہ اپنے والدین اور قریبی رشتہ داروں کے حق میں دستور کے مطابق وصیت کرے، یہ متقی لوگوں کے ذمے ایک لازمی حق ہے۔

اس آیت مثال کے متعلق مفتی محمد تقی عثمانی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

"یہ آیت اس زمانے میں نازل ہوئی تھی، جب میراث کے احکام نہیں آئے تھے، اوراس میں ہر شخص کے ذمہ یہ فرض قرار دیا گیا تھا کہ وہ مرنے سے پہلے اپنے ترکہ کے بارےمیں وصیت کرکے جائے کہ اس کے والدین یا دوسرے رشتہ داروں کو کتنا کتنا مال تقسیم کیا جائے بعد میں آیت میراث نے اس کو منسوخ کردیا"[3]۔

عورت کی سربراہی:

2۔ النحل:101

3 ۔علوم القرآن، مفتی محمد تقی عثمانی، طبع مکتبہ دار العلوم کراچی:2016، ص174

عورت سربراہی کرسکتی ہے ؟ کہ نہیں ؟اس مسئلہ میں مولانا آزاد نے سورت بقرہ کی آیت نمبر 228 پر بطور استدراک جمہور امت سے ہٹ کر موقف اختیار کیا ہے ذیل میں پہلے مولانا آزاد کی متفرد رائے درج کی جاتی ہے اس کے بعد جمہور کا موقف نقل کیا جاتا ہے۔

مولانا آزاد کی رائے:

﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾

ترجمہ: اور دیکھو عورتوں کے لیے بھی اسی طرح کے حقوق مردوں پر ہیں جس طرح کے حقوق مردوں کے عورتوں پر ہیں کہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کریں البتہ مردوں کو عورتوں پر ایک خاص درجہ دیا گیا ہے اور یاد رکھو اللہ تعالی زبردست حکمت رکھنے والا ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں بطور استدراک لکھتے ہیں:

" قرآن کے نزول سے پہلے عرب کا بھی وہی حال تھا جو اس بارے میں تمام دنیا کا تھا، لیکن قرآن کی تعلیم نے جو انقلاب حال پیدا کر دیا اس کی وضاحت کے لیے صرف ایک واقعہ کی طرف اشارہ کر دینا کافی ہو گا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جب مسلمانوں میں پہلی مرتبہ سیاسی خانہ جنگی برپا ہوئی تو ایک گروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی قیادت میں میدان جنگ کا رخ کیا اور اس وقت کسی مسلمان کے وہم وگمان میں بھی یہ بات نہیں گزری کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عورت ہو کر ایک سیاسی اور فوجی تحریک کی قائد کیسے ہو سکتی ہیں؟ یورپ آج تک اس مسئلہ کی نزاع سے فارغ نہیں ہو سکا ہے کہ مردوں کی طرح عورتوں کو بھی تصویت کا حق حاصل ہونا چاہیے یا نہیں؟ اور انگلستان کی سفرے جسٹ تحریک کا ہنگامہ تو ابھی کل کی بات ہے لیکن جو مسلمان آج سے تیرہ سو برس پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے جھنڈے کے نیچے جمع ہوئے تھے ظاہر ہے انہیں عورتوں کے اس حق کے بارے میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا تھا جو لوگ مخالف تھے ان کی مخالفت بھی اصل میں مابہ النزاع معاملہ میں تھی اس بارے میں نہ تھی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عورت ہو کر ایک جنگ آزما سیاسی گروہ کی قائد کیونکر ہو سکتی ہیں؟"

مولانا آزاد نے جنگ جمل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کے عمل کو بطور دلیل پیش کر کے جمہور امت سے الگ متفرد موقف اختیار کیا ہے کہ عورت سیاست میں قیادت و سربراہی کر سکتی ہے۔

جمہور امت کا موقف:

جمہور امت کے نزدیک حق حکمرانی وسربراہی مردوں کے ساتھ خاص ہے کسی عورت کو حاکم نہیں مقرر کیا جاسکتا ہے۔ ذیل میں جمہور کے دلائل درج کیے جاتے ہیں:

پہلی دلیل:

﴿الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَبِمَا أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ﴾

مرد عورتوں پر مسلط وحاکم ہیں اس لئے کہ خدا نے بعض کو بعض سے افضل بنایا ہے اور اس لئے بھی کہ مرد اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔

امام المفسرین ابن جریر طبری نے اس آیت کی تفسیر میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کا قول نقل کیا ہے:

"عن ابن عباس قوله:"الرجال قوّامون على النساء"، يعني: أمرَاء، عليها أن تطيعه فيما أمرَها الله به من طاعته"۔

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ اللہ تعالی کے اس قول الرجال قوامون علی النساء کا مطلب ہے یعنی مرد ان پر امیر بنائے گئے ہیں تا کہ وہ اللہ کی اوامر میں ان کی اطاعت کرے۔

اسی طرح ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:

"الرجل قيم على المرأة، أي هو رئيسها وكبيرها والحاكم عليها"۔

مرد عورت کا نگہبان ہے، یعنی وہ اس کا رئیس، ان کا بڑا اور ان کا حاکم ہے۔

دوسری دلیل:

﴿وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى﴾

اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور جس طرح (پہلے) جاہلیت (کے دنوں) میں اظہار تجمل کرتی تھیں۔

اگرچہ یہ حکم ازواج مطہرات کے متعلق ہے لیکن ابن کثیر، قرطبی اور دوسرے مفسرین نے اس آیت کا یہی مفہوم بیان کیا ہے، کہ یہ حکم تمام مسلمان خواتین کے لیے بھی ہے، کہ گھروں میں ٹھہری رہو، اور

ضرورت کے بغیر گھروں سے نہ نکلو۔ توجب عورت کو گھر میں لازم ٹھہرے رہنے کا حکم ہے اور جب نکلنا بھی ہو تو پردہ کے ساتھ تو اس میں کار حکومت کیسے چلایا جاسکتا ہے؟

تیسری دلیل:

"عن أبي بكرة قال لقد نفعني الله بكلمة سمعتها من رسول الله صلى الله عليه وسلم أيام الجمل بعد ما كدت أن ألحق بأصحاب الجمل فأقاتل معهم قال لما بلغ رسول الله صلى الله عليه وسلم أن أهل فارس قد ملكوا عليهم بنت كسرى قال لن يفلح قوم ولوا أمرهم امرأة"۔

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے اللہ تعالی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی حدیث سے جمل کے دنوں فائدہ پہنچایا، کہ جب میں نے ارادہ کیا کہ اصحاب جمل کے ساتھ شامل ہو جاوں اور ان کے ساتھ مل کر قتال کرو، کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کو یہ اطلاع ملی کہ فارس والوں نے کسری کی بیٹی کو حکمران بنادیا ہے، تو اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: وہ قوم کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی جس نے عورت کو حکمران بنادیا ہو۔

اس حدیث میں صاف واضح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کی سربراہی کو ناپسند جانا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ وہ قوم کبھی فلاح نہیں پاسکتی جس نے عورت کو حکمران بنادیا ہو۔ بلکہ اس میں مولانا آزاد رحمہ اللہ نے جس واقعہ سے استدلال کیا ہے اس کارد بھی صریح انداز میں موجود ہے کہ واقعہ جمل سے استدلال درست نہیں ہے۔

درحقیقت سانحہ جنگ جمل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شرکت نہ حکومت کی سربراہی تھی اور نہ حکومت کے حصول کی کوشش تھی، بلکہ عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا بدلہ لینے اور مسلمانوں کے درمیان مصالحت کی ایک کوشش تھی، معلوم نہیں کہ اس واقعہ کو عورت کی حکمرانی کے جواز و دلیل کس بناء پر بنایا جارہا ہے؟ آخر یہ بات کس نے کہی ہے کہ عورتیں مظلوم کی حمایت اور مسلمانوں کے درمیان مصالحت کی کسی مہم میں بھی شرکت نہیں کرسکتی؟ یہ ایک غلط بحث ہے اور مغالطہ انگیزی ہے جسے دلیل کا نام نہیں دیا جاسکتا۔

طوفان نوح کی عمومیت:

حضرت نوح علیہ السلام نے جب ساڑھے نو سو سال امت کو دعوت دی اور ان کی سرکشی اسی طرح قائم رہی تو نوح علیہ السلام نے ان کفار کے خلاف بد دعا کی جس کے نتیجے میں ایک طوفان آیا جس نے چند مؤمنین کے علاوہ تمام کفار کا خاتمہ کر دیا، اس طوفان کے بارے میں اختلاف منقول ہے کہ طوفان نوح عام تھا یا خاص علاقہ پر آیا تھا؟ اس متعلق دو رائے پائی جاتی ہیں ایک جمہور مفسرین کی ہے اور دوسری متفرد رائے ہیں اس مسئلہ میں مولانا آزاد اور حفظ الرحمن سیوہاروی رحمہ اللہ دونوں حضرات نے اس متفرد رائے کو اختیار کیا ہیں۔

﴿وَهِيَ تَجْرِي بِهِمْ فِي مَوْجٍ كَالْجِبَالِ وَنَادَى نُوحٌ ابْنَهُ وَكَانَ فِي مَعْزِلٍ يَا بُنَيَّ ارْكَبْ مَعَنَا وَلَا تَكُنْ مَعَ الْكَافِرِينَ * قَالَ سَآوِي إِلَى جَبَلٍ يَعْصِمُنِي مِنَ الْمَاءِ قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ إِلَّا مَنْ رَحِمَ وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِينَ﴾

اور وہ انہیں پہاڑ جیسی لہروں میں لیے جارہی تھی، اور نوح نے اپنے بیٹے کو پکارا جب کہ وہ کنارے پر تھا کہ اے بیٹے ہمارے ساتھ سوار ہو جا اور کافروں کے ساتھ نہ رہ۔ کہا میں ابھی کسی پہاڑ کی پناہ لے لیتا ہوں جو مجھے پانی سے بچالے گا، کہا آج اللہ کے حکم سے کوئی بچانے والا نہیں مگر جس پر وہی رحم کرے، اور دونوں کے درمیان موج حائل ہو گئی پھر ڈوبنے والوں میں ہو گیا۔

مولانا آزاد کا موقف:

مولانا آزاد رحمہ اللہ کا موقف یہ ہے کہ یہ طوفان عام نہیں تھا بلکہ جہاں قوم نوح آباد تھی وہی تک یہ عذاب آیا تھا۔ چنانچہ سورت ہود کے تشریحی نوٹ نمبر 25 میں لکھتے ہیں:

"اس سورت کی تصریحات میں ایک معاملہ اور تشریح طلب رہ گیا ہے اور ضروری ہے کہ اس طرف بھی اشارہ کر دیا جائے، قرآن نے جس طرح دوسری قوموں کے عذاب کا ذکر کیا ہے، اسی طرح قوم نوح کے عذاب کا بھی ذکر کیا ہے، اور اگر دوسری قوموں کا عذاب صرف انہی قوموں کے لیے تھا تو کوئی وجہ نہیں کہ قوم نوح کا عذاب یعنی طوفان نوح عالمگیر تصور کیا جائے۔ لیکن چونکہ تورات کی کتاب پیدائش میں اس طرح کی تصریحات موجود ہیں کہ طوفان عام تھا اور یہودیوں اور عیسائیوں کا ایسا ہی اعتقاد رہا ہے، اس لیے مسلمانوں میں بھی یہ خیال پھیل گیا اور اس طرح کی تفسیر کی جانے لگی جو طوفان کے عموم پر مبنی تھی"۔

مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی کا موقف:

مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی رحمہ اللہ نے اس مسئلہ سے متعلق باقاعدہ عنوان باندھا ہے کہ طوفان نوح عام یا خاص؟ چنانچہ مولانا لکھتے ہیں:

"علمائے اسلام میں سے ایک جماعت، علمائے یہود و نصاری اور بعض ماہرین علوم فلکیات، طبقات الارض اور تاریخ طبعیات کی یہ رائے ہے کہ یہ طوفان تمام کرہ ارضی پر نہیں آیا تھا بلکہ صرف اسی خطہ میں محدود تھا جہاں حضرت نوح علیہ السلام کی قوم آباد تھی"۔

آگے لکھتے ہیں:

"اور بعض علمائے اسلام اور بعض ماہرین طبقات الارض اور علمائے طبعیات کے نزدیک یہ طوفان تمام کرہ ارضی پر حاوی تھا اور ایک یہ ہی نہیں بلکہ ان کے خیال میں اس زمین پر متعدد ایسے طوفان آئے ہیں"۔

ان دو آراء کو نقل کرنے کے بعد مولانا اپنی ترجیح ان الفاظ کے ساتھ ظاہر کرتے ہیں:

"ان ہر دو خیالات و آراء کی ان تمام تفصیلات کے بعد جن کا مختصر خاکہ مضمون زیر بحث میں درج ہے اہل تحقیق کی یہ رائے ہے کہ صحیح مسلک یہی ہے کہ طوفان خاص تھا عام نہ تھا"۔

جمہور مفسرین کا موقف:

طوفان نوح کے متعلق مولانا آزاد اور مولانا سیوہاروی کے موقف کے بالعکس جمہور مفسرین کا موقف یہ ہے کہ یہ طوفان عام تھا اور اس نے جمیع سطح ارضی کو ڈھانپ لیا تھا ذیل میں جمہور امت کے موقف کے نمائندہ مفسرین کی تفاسیر میں سے چند کے اقتباسات نقل کیے جاتے ہیں:

حافظ ابن کثیر دمشقی لکھتے ہیں:

"أي: السفينة سائرة بهم على وجه الماء، الذي قد طَبَّق جميع الأرض"۔

یعنی کشتی پانی کی سطح پر ان کو لیکر چلتی رہی، اس پانی کی سطح پر جس نے تمام روئے زمین کو ڈھانپ لیا تھا۔

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

"فاستجاب الله له، فأهلك جميع من على وجه الأرض من الكافرين حتى ولد نوح لصلبه"۔

پس اللہ تعالی نے ان کی دعا قبول فرمائی اور روئے زمین پر جتنے کافر تھے سب کو ہلاک کر دیا یہاں تک کہ حضرت نوح علیہ السلام کے نسبی بیٹا بھی ہلاک کر دیے گئے۔

شیخ وہبہ زحیلی تفسیر منیر میں لکھتے ہیں:

"السفينة تجري بسرعة، سائرة بهم على وجه الماء الذي قد طبق جميع الأرض"۔

کشتی تیزی کے ساتھ چلتی رہی، ان کو چلتی رہی اس پانی کی سطح پر جس نے تمام روئے زمین کو ڈھانپ لیا تھا۔

ابن عادل نعمانی اپنی تفسیر اللباب میں لکھتے ہیں:

"وعمَّ جميع الأرض طولاً وعرْضاً".

اور طوفان نوح طول و عرض پوری زمین پر عام آیا تھا۔

مشہور مفسر ابن عاشور اپنی تفسیر التحریر والتنویر میں لکھتے ہیں:

"وفي زمن نوح وقع الطوفان على جميع الأرض ونجاه الله وأولادَه وأزواجهم في الفُلْك فيكون أباً ثانياً للبشر. ومن الناس من يدّعى أنّ الطوفان لم يعم الأرض وعلى هذا الرأي ذهب مؤرّخو الصين وزعموا أنّ الطوفان لم يشمل قطرهم فلا يكون نوح عندهم أباً ثانياً للبشر. وعلى رأي الجمهور فالبشر كلهم يرجعون إلى أبناء نوح"۔

اور نوح کے زمانے میں طوفان تمام روئے زمین پر آیا تھا اور اللہ نے ان کو اور ان کی اولاد اور ازواج کو کشتی میں نجات دی تھی، پس وہ انسانیت کے دوسرے باپ قرار پائے، اور لوگوں میں سے بعض نے یہ دعوی کیا ہے کہ طوفان نوح تمام زمین پر نہیں آیا تھا، اور اسی رائے کہ مطابق چین کے مورخین اس طرف گئے ہیں کہ طوفان تمام دنیا پر نہیں آیا تھا، لہذا ان کے نزدیک نوح انسانوں کے دوسرے باپ نہیں قرار پاتے ہیں حالانکہ جمہور کے نزدیک تمام انسان نوح کی اولاد میں سے ہے۔

ان مفسرین کی آراء اور تفاسیر کے روشنی میں جمہور امت کا موقف کھل کر سامنے آتا ہے کہ یہ طوفان عام تھا خاص نہیں تھا اور ابن عاشور نے تو جمہور امت کے مسلمہ کو بنیاد بنا کر اس کو جمہور کا موقف بھی قرار دیا ہے۔

ذوالقرنین کون؟

قرآن کریم میں جو ذو القرنین کا ذکر ملتا ہے اس مصداق میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے، ذیل میں دونوں آراء درج کی جاتی ہیں۔

مولانا آزاد کا موقف:

مولانا آزاد رحمہ اللہ 1838 کے انکشافات کے نتیجے میں اس بات پر زور دیتے ہیں کہ ذو القرنین سے مراد سائرس ہے۔

﴿وَيَسْأَلُونَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ قُلْ سَأَتْلُو عَلَيْكُمْ مِنْهُ ذِكْرًا﴾

اور آپ سے ذوالقرنین کا حال پوچھتے ہیں، کہہ دو کہ اب میں تمہیں اس کا حال سناتا ہوں۔

سورت کہف کے تشریحی نوٹس میں مولانا آزاد لکھتے ہیں:

"1838 کے ایک نکشاف نے جس کے نتائج بہت عرصہ کے بعد منظر عام پر آئے، اس قیاس کو ایک تاریخی حقیقت ثابت کر دیا اور معلوم ہو گیا کہ فی الحقیقت شہنشاہ سائرس کا لقب ذوالقرنین تھا، اور یہ محض یہودیوں کا کوئی مذہبی تخیل نہ تھا، بلکہ خود سائرس کا یا باشندگان فارس کا مجوزہ اور پسندیدہ نام تھا"۔

مزید لکھتے ہیں:

"ہم نے کہا اے ذوالقرنین اس خطاب کا مطلب کیا ہے؟ کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ ذوالقرنین براہ راست وحی الٰہی سے مخاطب تھا؟ مفسرین نے اس پر طبع آزمائیاں کی ہیں اور چونکہ امام رازی سکندر مقدونی کو ذو القرنین بنانا چاہتے ہیں اور وہ بنتا نہیں اس لیے مجبور ہوئے ہیں کہ یہاں قلنا کے منطوق پر اس کے مفہوم کو ترجیح دیں"۔

مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی کا موقف:

مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی نے ذور القرنین کو اسکندر مقدونی ہونے سے انکار کر کے آخر میں مولانا آزاد کی رائے کی پیروی کی ہے اور اسی متفرد رائے کو اختیار کیا ہے چنانچہ موصوف لکھتے ہیں:

"مگر ان سب اقوال سے جدا مولانا ابو الکلام نے اس سلسلے میں جو تحقیق فرمائی ہے البتہ وہ ضرور قابل توجہ ہے بلکہ دلائل وبراہین کی قوت کے لحاظ سے یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ ان کی تحقیق بلاشبہ صحیح اور قرآن کے بیان کردہ اوصاف اور تاریخی حقائق کی مطابقت کے پیش نظر ہر طرح لائق ترجیح ہے"۔

جمہور مفسرین کا موقف:

یہ ایک تاریخی مسئلہ ہے تاہم جمہور مفسرین ذوالقرنین سے اسکندر مقدونی مراد لیتے ہیں، چنانچہ علی بن محمد الماوردی لکھتے ہیں:

"وقال معاذ بن جبل: كان رومياً اسمه الاسكندروس. قال ابن هشام: هو الإسكندر وهو الذي بنى الإسكندرية".

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں وہ رومی تھا اور اس کا نام اسکندروس تھا، ابن ہشام فرماتے ہیں ہو اسکندر ہے اور اسی نے اسکندریہ شہر آباد کیا تھا۔

جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں:

"{وَيَسْئَلُونَكَ} أي اليهود {عَن ذِي القرنين} اسمه الإسكندر ولم يكن نبياً"۔

اور وہ آپ سے پوچھتے ہیں یعنی یہود ذو القرنین کے بارے میں اسکا نام اسکندر ہے اور وہ نبی نہیں تھے۔

ان مفسرین کے اقتباسات سے واضح ہے کہ جمہور مفسرین ذو القرنین سے اسکندر رومی ہی مراد لیتے ہیں۔

یاجوج ماجوج

یاجوج ماجوج کے مصداق میں ایک بڑا معرکۃ الآراء اختلاف پایا جاتا ہے تاہم جمہور مفسرین ومحدثین اس میں ایک طرف اور مولانا آزاد اور مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی دوسری طرف ہیں۔

﴿قالُوا يَا ذَا الْقَرْنَيْنِ إِنَّ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ مُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلَى أَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا﴾

انہوں نے کہا کہ اے ذوالقرنین بے شک یاجوج ماجوج اس ملک میں فساد کرنے والے ہیں پھر کیا ہم آپ کے لیے کچھ محصول مقرر کر دیں اس شرط پر کہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک دیوار بنادیں۔

مولانا آزاد کا موقف:

مولانا آزاد کا ماننا ہے کہ یہ دو قبیلے کوئی عجیب الخلقت لوگ نہیں اس کے متعلق جو بھی منقول ہے وہ زیادہ تر اسرائیلیات ہیں بلکہ یہ دو قبیلے تاتاریوں کے قبیلے تھے جو آئے تھے اور مکمل تباہی کے حشر سامانیوں کے ساتھ آئے تھے۔

"مندرجہ بالا خلاصہ سے یہ بات واضح ہوگئی کہ چھٹی صدی قبل مسیح میں مغربی ایشیا کا تمام علاقہ سیتھین قبائل کے حملوں سے غارت ہو رہا تھا اور جس ہاتھ نے اچانک ظاہر ہو کر ان کے حملے روک دیے تھے اور پھر ہمیشہ کے لیے مغربی ایشیا یک قلم محفوظ ہو گیا وہ سائرس کا ہاتھ تھا، پس یقینا منگولین نسل کے یہی سیتھین قبائل تھے جو یاجوج ماجوج کے نام سے پکارے جاتے تھے اور ذو القرنین یعنی سائرس نے انہی کے راہ روکنے کے لیے سد تعمیر کی"۔

مولانا سیوہاروی کا موقف:

موصوف بھی اس مسئلہ میں مولانا آزاد کی منفرد رائے کو ترجیح دیتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں:

"یاجوج ماجوج کے متعلق جس قدر بحث اس وقت کی جاچکی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ کوئی عجیب الخلقت مخلوق نہیں بلکہ دنیائے انسانی کی عام آبادی کی طرح وہ بھی حضرت نوح علیہ السلام کی ذریت میں سے ہیں، اور یہ کہ یاجوج ماجوج منگولیا تاتار کے ان وحشی قبائل کو کہا جاتا رہا ہے جو یورپ اور روس کی اقوام کے منبع ومنشاہیں"۔

جمہور امت کا موقف:

جمہور امت کا ماننا ہے کہ یاجوج ماجوج کی حقیقت کا پورا علم اللہ تعالی کو ہے تاہم احادیث کے مجموعے مطالعہ سے جو نقشہ سامنے آتا ہے اس کے بعد یہ کہنا کہ یہ منگولی قبائل تھے جن کا ظہور ہو چکا ہے درست معلوم نہیں ہوتا۔ چنانچہ صحیح مسلم کی روایت ہے:

"وَيَبْعَثُ اللهُ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ، وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ، فَيَمُرُّ أَوَائِلُهُمْ عَلَى بُحَيْرَةِ طَبَرِيَّةَ فَيَشْرَبُونَ مَا فِيهَا، وَيَمُرُّ آخِرُهُمْ فَيَقُولُونَ: لَقَدْ كَانَ بِهَذِهِ مَرَّةً مَاءٌ، وَيُحْصَرُ نَبِيُّ اللهِ عِيسَى وَأَصْحَابُهُ"[4]۔

اللہ تعالی یاجوج ماجوج کو بھیجیں گے، وہ ہر فصیل سے چھلانگیں مارتے ہوئے آئینگے پس ان کے لشکر کا پہلا حصہ جب بحیرہ طبریہ سے گزرے گا تو اسکا تمام پانی پی جائے گا اور جب آخری حصہ گزرے گا تو کہیں گے کہ شاید کبھی اس بحیرہ میں پانی بھی تھا، ان کو اللہ کے نبی حضرت عیسی اور ان کے دوست روکیں گے۔

اس حدیث سے مکمل وضاحت کے ساتھ یہ بات سامنے آتی ہے کہ یاجوج ماجوج کوئی منگولی لشکر نہیں بلکہ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک خاص نشانی ہے جو قرب قیامت میں ظاہر ہو گی اور حضرت عیسی علیہ السلام ان کو روکیں گے۔

جمہور امت کے نمائندہ مفسر شبیر احمد عثانی رحمہ اللہ اپنی شہرہ آفاق تفسیر میں لکھتے ہیں:

4۔ صحیح مسلم، ترجمہ علامہ وحید الزمان، خالد احسان پبلشرز لاہور، 1981 حدیث نمبر: 29374\250۔255

"میرا خیال یہ ہے کہ یاجوج ماجوج کی قوم عام انسانوں اور جنات کے درمیان ایک برزخی مخلوق ہے۔ جن قوموں ملکوں اور دیواروں کا لوگوں کی رائے سے پتہ دیا یہ مجموعہ اوصاف ایک میں بھی پایا نہیں جاتا، لہذا وہ خیالات صحیح معلوم نہیں ہوتے، اور احادیث صحیح کا انکار یا نصوص کی تاویلات بعیدہ دین کے خلاف ہے"[5]۔

الغرض: مولانا آزاد اور مولانا سیوہاروی کا موقف تراث اسلامی کے مجموعی مطالعہ کے بعد ایک متفرد قول کی حیثیت رکھتا ہے۔

مقسم بہ تین زیتون یا جائے پیدائش؟

تین اور زیتون کی تفسیر میں اہل علم کا اختلاف منقول ہے اس میں ایک رائے متفرد ہے اور دوسری رائے جمہور امت کی ہے۔

﴿وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ * وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ * وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ * لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ[6]﴾

انجیر اور زیتون کی قسم ہے۔ اور طور سینا کی۔ اور اس شہر (مکہ) کی جو امن والا ہے۔ بے شک ہم نے انسان کو بڑے عمدہ انداز میں پیدا کیا ہے۔

مولانا آزاد کا موقف:

مولانا آزاد رحمہ اللہ مقسم بہ یعنی جس چیز کی قسم کھائی گئی ہے تین اور زیتون کے منابت کو قرار دیتے ہیں یعنی جس مقام پر انجیر اور زیتون اگتے ہیں اس مقام کی قسم، مولانا موصوف لکھتے ہیں:

"تین اور زیتون سے سرزمین شام کا مراد لینا بالکل واضح ہے، طور سینین اور بلد امین دونوں میں اشارہ اس سرزمین کی طرف کیا گیا ہے، جہاں ان دعوتوں کا ظہور ہوا، پس معلوم ہوا کہ اس سورت میں سرزمین کی طرف اشارہ کرکے اس سرزمین کی مشہور دعوت وامت کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے اس بناء پر تین وزیتون میں بھی اشارہ کسی سرزمین ہی کی طرف ہو گا"۔

تھوڑا آگے اسی صفحے پر لکھتے ہیں:

---

5 ۔ تفسیر عثمانی، علامہ شبیر احمد عثمانی، اردو بازار، ایم۔اے جناح روڈ کراچی، پاکستان، 2007، ج2، ص:672

6 ۔ التین:1-4

"پس جب تین وزیتون کا اشارہ بھی کسی ملک طرف ہونا چاہیے اور وہ شام کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا تو یہ ظاہر ہے کہ شام سب سے بڑا آخری ظہور حق حضرت عیسی علیہ السلام کی دعوت ہے، اور ساتھ ہی یہ سرزمین تمام اسرائیلی انبیائے مجددین کے ظہور کا بھی گھر ہے"۔

خلاصہ کلام کہ مولانا آزاد تین اور زیتون کی پیدائش شام کی قرار دے کر اس کو مہبط دعوت عیسوی قرار دیتے ہیں اور پھر تین وزیتون سے مقسم بہ بقعہ شام مراد لیتے ہیں اور طور سینین سے مہبط دعوت موسوی اور بلد امین سے مہبط دعوت ابراہیمی گویا اللہ تعالی نے ان تین دعوتوں کے مہابط پر قسم کھائی ہے۔

جمہور مفسرین کا موقف:

جمہور مفسرین کا موقف یہ ہے کہ مقسم بہ تین اور زیتون ہی ہیں یعنی انجیر اور زیتون یہ ان الفاظ کے حقیقی معانی ہے اور اہل عرب میں معروف ومشہور بھی لہذا بلاوجہ مجازی معانی اختیار کرنے چنداں ضرورت نہیں ہے۔ رئیس المفسرین ابن جریر طبری رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں مختلف تفاسیر نقل کرنے کے بعد قول فیصل لکھتے ہے اور وہی جمہور کا موقف ہے:

"والصواب من القول في ذلك عندنا: قول من قال: التين: هو التين الذي يُؤكل، والزيتون: هو الزيتون الذي يُعصر منه الزيت، لأن ذلك هو المعروف عند العرب"۔

اس بارے میں ہمارے نزدیک انہی لوگوں کا قول ٹھیک ہے جنہوں نے کہا کہ تین وہی تین ہے جو کھایا جاتا ہے، اور زیتون وہی زیتون کا درخت ہے جس سے تیل نکلتا ہے کیونکہ عرب میں یہی معنی معروف تھا۔

اسی طرح علامہ غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں:

"زیادہ صحیح یہ ہے کہ التین اور الزیتون سے مراد انجیر اور زیتون کے درخت ہیں اور ان سے مسجد یا شہر مراد لینا مجاز ہے، اور بغیر ضرورت کے قرآن مجید کے الفاظ کو مجاز پر محمول کرنا جائز نہیں ہے"۔

حاصل کلام:

جمہور کے نزدیک مقسم بہ انجر کا پھل اور زیتون ہی ہیں لہذا مولانا آزاد کی یہ رائے کہ اس سے مراد صبط نزول دعوت موسوی اور صبط نزول دعوت عیسی مراد درست نہیں ایک مجازی معنی ہے اور جب تک حقیقی معنی مراد لینے میں کوئی دشواری نہ ہو تو مجازی معنی کی طرف بلاوجہ جانا اصول کے لحاظ سے درست نہیں ہے۔

مولانا احمد ابو الکلام آزاد رحمہ اللہ نے اپنی تفسیری نوٹس میں جو تفردات اختیار کیے ہیں اسکے بنیادی اسباب کیا ہے ؟۔ مولانا احمد ابو الکلام آزاد رحمہ اللہ کے ان تفردات پر اگر غور کیا جائے تو اس کے متعدد اسباب سامنے آتے ہیں ذیل میں اختصار کے ساتھ اس کو ذکر کیا جاتا ہے۔

پہلا سبب:

مولانا آزاد رحمہ اللہ جس خطہ میں زندگی بسر کر چکے ہیں اس میں گوں ناگوں شخصیات و ہستیاں رہی ہیں خاص کر شاہ ولی اللہ دہلوی ان کے افکار اور نظریات وعلمیات کا گہرا اثر مولانا آزاد پر نظر آتا ہے۔ چناں چہ ڈاکٹر مسعود عالم ندوی لکھتے ہیں:

"شاہ ولی اللہ کو مولانا آزاد پر زمانی تقدم ہی حاصل نہیں ہے بلکہ بہت سی علمی بازیافت اور فکری نکات میں شاہ صاحب کو مولانا آزاد کا پیش رو اور رہنما ہونے کا بھی شرف حاصل ہے، مولانا آزاد نے اس بات کا فراخ دلانہ اعتراف بھی کیا ہے۔ مولانا ابو الکلام آزاد نے حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی تصانیف اور افکار و آثار کا گہرائی سے مطالعہ کیا تھا اور ان کی شخصیت اور کارناموں کا اثر قبول کیا تھا۔ اس کا اظہار انہوں نے اپنی تحریروں میں جا بجا کیا ہے"۔

مولانا آزاد رحمہ اللہ پر ان کی شخصیت کا اتنا اثر رہا ہے کہ انہوں نے ترجمان القرآن میں اپنا منہاج بھی انہی کے طرز پر رکھا ہے یعنی جس طرح شاہ صاحب نے ترجمہ پر زور دیا ہے اور مختصر نوٹس لکھے اور ان کے بیٹے شاہ عبد القادر نے جو انداز اختیار کیا ہے، تقریبا وہی انداز مولانا آزاد نے اختیار کیا ہے، کچھ جو لفظی معانی کے حوالے سے ترجمان القرآن میں متفرد معانی اختیار کیے گئے ہیں اس میں آزاد رحمہ اللہ اس نہج سے متاثر نظر آتے ہیں۔

شاہ ولی اللہ نے ایک کلیہ اختیار کیا ہے کہ لغت قرآنی کو عرب اول کے استعمال کے مطابق لینا چاہیے اور صحابہ و تابعین کے آثار پر پورا اعتماد کرنا چاہیے۔ مولانا آزاد رحمہ اللہ اصول تفسیر کے اس ضابطہ میں نہ صرف شاہ صاحب سے استفادہ کرتے ہیں بلکہ اس کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے مختلف مقامات پر عام مفسرین سے ہٹ کر عرب اول کے استعمالات کو اختیار کرتے ہیں۔

دوسرا سبب:

مولانا آزاد رحمہ اللہ پر دوسری بڑی شخصیت جو اثر انداز رہی ہے وہ ہیں سر سید احمد خان اور سر سید احمد خان فکری منہاج میں آزاد طبع واقع ہوئے ہیں، اس اثر انگیزی کو مولانا آزاد اپنی خود نوشت میں لکھواتے ہیں:

"یہ زمانہ تھا اور ذہن و دماغ اس عالم میں کہ اچانک ایک نئی راہ سامنے آئی میرا اشارہ سر سید کے مصنفات کی طرف ہے چونکہ اس واقعہ نے میرے عقائد وافکار کی زندگی پر بہت بڑا اثر ڈالا ہے اس لیے میں زیادہ تفصیل سے بیان کروں گا"۔

سر سید احمد خان چونکہ تفسیر میں وضعیت کی طرف زیادہ مائل رہے ہیں اسی وجہ سے نظر آتا ہے کہ بعض جگہوں پر مولانا آزاد بھی وضعیت وصناعیت کی طرف مائل ہیں اور اسی وجہ سے تفسیری نوٹس میں جمہور مفسرین سے متفردانہ موقف قائم کرتے ہیں۔

تیسرا سبب:

مولانا آزاد پر تیسری بڑی شخصیت جن کا اثر رہا ہے اور اس کی وجہ سے ان کے فکر و نظر پر اثرات پڑے ہیں، وہ ابن تیمیہ اور ان کے تلامذہ ہیں، ابن تیمیہ اپنے فکری اپچ میں سلفی ہیں تو اسی وجہ سے مولانا آزاد کے اوپر بھی سلفیت اور عدم تقلید کے اثرات نمایاں رہے ہیں اور اسی وجہ سے وہ اسی فکری دھارے میں رہتے ہوئے بہت سارے مقامات پر جداگانہ موقف بھی اختیار کرتے ہیں۔

چوتھا سبب:

سماجی تہذیبی اور تمدنی اثرات بھی انسان پر مرتب ہوتے ہیں اور اس کی وجہ سے اس کی فکر و نظر متاثر ہوتی ہے ، چناں چہ مولانا آزاد رحمہ اللہ اپنے تمدنی وتہذیبی اثرات سے متاثر ہو کر خاص کر عورت کی سربراہی کے مسئلہ میں ایک متفردانہ موقف اختیار کرتے ہیں۔

پانچواں سبب:

ایک سبب جو واضح طور پر مولانا آزاد کے تفردات میں نظر آتا ہے وہ ہے جدید وقدیم سائنسی ومعاشرتی علوم ہیں، چناں چہ نظر آتا ہے کہ مولانا آزاد جدید علم الاثریات سے استفادہ کرتے ہوئے اپنی رائے متقدمین سے الگ قائم کرتے ہیں جیسے الرقیم کے بارے میں کہا ہے کہ کھنڈرات کی کھودائی سے معلوم ہوا ہے کہ الرقیم ایک شہر تھا اور اصحاب الرقیم سے مراد اسی بستی کے باسی ہیں۔

چھٹا سبب:

ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ خود مولانا کا مزاج اعتزالی اور انفرادیت پسندی کا رہا ہے اس متعلق موصوف کی خود کی گواہی بھی موجود ہے۔ لکھتے ہیں:

"بہر حال معتزلہ کی طرف انتقال ذہنی ہوا اور پھر ان کا اعتراف واعتقاد روز بروز بڑھتا گیا، جس قدر ان کے اقوال وافکار مطالعے میں آتے ان کا مسلک مرغوب ومالوف نظر آتا۔ اب شوق ہوا کہ ایک کتاب معتزلہ کے حالات میں لکھی جائے اور چونکہ عہد متاخر میں اشاعرہ کے شیوع وتسلط نے ان کے تمام مدونات وکتب معدوم کردیئے ہیں اس لیے کوشش کرنی چاہیے کہ جستہ جستہ جس قدر اقوال وآراء متفرق طور پر مل جاتے ہیں تفحص وجستجو سے یکجا کیے جائیں اور کوشش کی جائے کہ عقائد ومسائل کا ایک مکمل سلسلہ مرتب ہو جائے، چنانچہ اب تمام ترہمت المعتزلہ کی ترتیب میں مشغول ہوگئی"۔

یہی وہ بنیادی سبب ہے جس کی وجہ سے ترجمان القرآن میں موصوف نے متفردانہ آراء ومواقف اختیار کیے ہیں، اوراسی وجہ سے وہ اپنی رائے کی بناء ابو مسلم راغب اصفہانی معتزلی پر رکھتے ہیں۔ اور انہی کی تفسیر کو اختیار کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کی رائے عقل کو زیادہ اپیل کرتی ہے اس لیے مولانا آزاد تعقلیت سے متاثرین کی تسکین کا ساماں کرتے ہیں۔

References

1. Yousaf Banuri, Asool TAfseer wa Aloom Quran, Maktaba Bineat Karachi, Taba 201, Page 85
2. Pesh Lafz Khud Nosht, Molana Abul KAlam Aza, Naeem Ahsem, Arshad Book Seller, Taba Aula, Page 11-14
3. Ibid
4. Abul Kalam Azad, Adabi wa Shakshi Mitalia, Afzal HAq Qureshi, Alfaisal Ghazali Street Urdu Bazar Lahore, San 1992, Page 70
5. PEsh LAfz Khud Nosht, Molana Abulkalam Azad, Naeem Ahsen, Arshad Book Sellers, Taba Aola, Page 11-14
6. Ibid
7. Zikar Azad, Abdul Razaq, Maleeh Abadi, Maktaba Jamal, 2006, Page 274-275
8. Tarjuman ul Quran, Molana Abulkalam Azad, ISlami Academy Market, Urdu Bazar Lahore, San 194, Page 41
9. Tarjuman ul Quran, Molana Abul Kalam Azad, ISlami Academy Alfazal Market Urdu Bazar Lahore, San 1995, Jild 1Page 41
10. Ibid
11. Tarjuman ul Quran, Molana Abil Kalam Azad Islami Academy, Alfazal Market Urdu Bazar Lahore, San 1994, Jild 1 Pag 41
12. Ibid
13. Tabqat alshafia, jild 5, page 35
14. Ibn Khalqan, Jild awal, Page 476
15. Tareekh ul Hukama Shahzori Qalmi, Page 172

16. Miftah ul Sadaa, az Imam Razi, jild 1, page 151
17. Tabqat ul shafia, jild 4 Page 285-286
18. Ibn Kahlkan, Jild Awal
19. Tabqat ul itba, Jild 2, Page 23-24
20. Tabqat ul Shafia, Jild 5 Page 39. Tareek ul Hukama Shahzori
21. Ibid, Page 175
22. Miftah ul Ghaib, Fakhar ud Din Imam Raz Jild Awal, Miftah ul Ghaib, Fakhar ud Din Imam, Taba Dar ul fikar, Berut, 1398, Jild 1 page 200
23. Mujhaid mlitat shakir jalil koti, Maktba aljameat Publications, 2001, Page 30
24. Ibid
25. Ibid, Page 32
26. Mujhaid Millat Number, Idara Tarjuman ul HAq, Roznama AljameatDehli san 1962, Page 315
27. Ibid, Page 237- 266
28. Ibid, Page 30
29. Mujhaid Millat, Abu Suleman Shah Jahan Puri, Maktaba Aljamiat Publications, 2001, Page 343
30. Ibid, Page 205
31. Ibid, Page 206
32. Ibid, Page 359
33. Taj ul Aroos, Alama Zubaida Hanfi, Taba: Dar Ahya ul Turas ul Arabi, Berut, Jild 2, Page 282
34. Miftah ul Ghaib, Fakhar ud Din Imam Razi, Dar ulf Fikar Berut Labnan, 1398, Jild 1, Page 433
35. Albaqar, 106
36. Tarjuman ul Quran, Molana Abul KAmam Azad, ISlami aCademy, Alfazal Market Urdu Bazar Lahore, san 1994, jild 1 Page 288-287
37. Aloom ul Quran, Mufti Muhammad Taqi Usmani, Maktaba Dar ul Uloom Karachi, 2016, Page 172
38. Ibid, Page 169
39. Albaqarah 106
40. Alnahal 101
41. Albaqarah 180
42. Uloom ul Quran, Mufti Muhammad TAqi USmani, Taba Maktaba, darul Uloom, Karachi, 2016, Page 174
43. ALbaqarah, 228
44. Tarjuman ul Quran, Moalan Abulkalam Aza, ISlami Academy Market, Urdu Bazar, Lahore, 1994, jild 1, page 352
45. Ibid, Jild 3, Page 327
46. AlNisa , 34
47. Jamia ul Biyan, An Aya Alquran , Muhammad Bin Jareer Tabri, Darul Muarfa, Berut, Labnan, 1409h, jild 8, Page 190
48. Tafseer ul Quran, Amad ud Din Ibn KAseer, Zia ul Quran, Publications, Data Darbar, Lahore, 2006, Page 2020
49. Alahzab: 33
50. Sahee ul Bukhari, Abu Abdullah Muhammad Bin Ismail ul Bukhari, Maktaba aslamio oadio HaleemaCenter Ghazni Street Urdu Bazar, Lahore, 2016, Kutab ul Maghazi Hadith 4073
51. Hood: 42-42

52. Tarjuman ul Quran, Moalana Abu KAlam Azad, Publishers Islami Academy, Alfazal Market, Urdu Bazar, Lahore, San 1994, Jild 2, Page 277
53. Qassad ul Quran, Hifz ur Rehman Sehuravi, M A Jinnah Road Karachi, Jild 1, Page 46-47
54. Qasas ul Quran, Hifz ur Rehman Sehuravi, MA Jinnah Road, Jild 1, Page 47
55. Ibid
56. Tafseer ul Qruan, Amad ud Din Ibne Kaseer Zia, ul QuranPublications, Data Darbar, Lahore, 2006, jild 4. Page 323
57. Ibid, Jild 8 Page 236
58. Altafseer ul Munir, Wahbia alzheel birwt, lbnan , j 12, S 75
59. Alubaba, Ibn e Adil, 9/ 107
60. Altahrir waltanvir, ibne Ashoor, Da ul Tanosia, 1984, jild3 Page 83
61. Alkahaf: 83
62. Tarjuman ulQuran, Molana Abul Kalam,Azd Publishers, Islami Academ, Alfazal Makrt Urdu Bazar Lahore, San 1994, Page 466
63. Ibid, Page 490
64. Qasasul Quran, Hifz ur Rehman A Junnah Road, krac jild 3 Maloom, Page 93
65. Alnukat walayoon, Almawari, 2/ 497
66. Tafseer uj Jalalain, alsauti, Maktaba ul Bushra, jild 5, Page 322
67. Alkahaf, 94
68. Tarjuman ul Quran, Moalan Abul kalam Azad, Publoishers) Lahore, San 1994, jild 2 594
69. Qasaul Quran, Hifz u Rehman Sehoravi, Am A Jinnah Road, jild 2, Page 72
70. Saheeh Muslmi, Tarjuma Alama Waheed Uzaman Khalid publisher 1981, Hddith 29374
71. Tafseer Usman, Alam Ahmed Shabbir, Urdu, aHmd eCmani, ardw azar aim ay jnaH wrD kraci miN pakstan 2007, jilad
72. Altanvin, 1-4
73. Tarjuman ul Qran , Mwlana anul Azad Blublishers, Islami Academy, Alfazal Market, Urdu Bazar Lahore, San 1994, Jild 3, Page 553
74. Ibid
75. Jamia ul Bayan An Ayah Ul Quran Muhammad Ibn Jarir Tabri, Dar ul Muarfa, Berot Labnan, 1409, Jild 24 page 506
76. Tibyan ul Quran, Allama Ghulam RAsool SAeedi, Farif Biik Stall, Urdu Bazar Lahvir, jild 12, S 871
77. Moalana Azad ki Qurani Khidmat, Afza Haq Qureshi mktab jmal , Taba 2009, Page 125
78. Khur oo Nosht, Mwlana Azad, Arshad Biil 266
79. Khurd no Nosht, Melana Azad Book Sellers, Page 280-281